OPEN ACCESS
Al-Qālam القلم
P-ISSN: 2071-8683; E-ISSN: 2707-0077
Volume 28, Issue, 2, 2023
http://alqalamjournalpu.com/

آداب مجلس نبوی ﷺ سے متعلق "لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا" سے منہج استدلال اور عصرِ حاضر کی ضرورت واہمیت، تحقیقی و فقہی جائزہ

Etiquette related to the Assembly of the Prophet (PBUH) "لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا" with reasonable reasoning and the need and importance of the present era,research and jurisprudence Review

Imdad Ullah
PhD Scholar, Department of Islamic Studies Qurtuba University of Science information and Technology Peshawar
Dr. Sardar Ali
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Qurtuba University of Science information and Technology Peshawar

Abstract

KEYWORDS:

Prophet (PBUH), word Ra'ina, Anzurna, Lessons & Tips.

Date of Publication:
30-12-2023

CC BY NC ND

Allah Ta'ala has taught the Muslim Ummah،especially the Companions of the Prophet (PBUH) about the manners of speaking with His Prophet (PBUH) and the manners of gathering with him،in many places in the Holy Qur'an.Surah Al- Baqarah: In verse no: 104 ،the manners of the assembly of the Prophet (PBUH) have been described in such a way that by forbidding the word" رَاعِنَا" Ra'ina،he has ordered to say the word "أَنْظُرْنَا" Un,zurna. Because the Jews used to do various mischiefs in the assembly of the Holy Prophet (PBUH) in order to vent their anger and،if possible،deprive the Muslims of the great blessing of Islam. That's why these people used this word to distort the language a little bit so that it could create an aspect of insulting the Holy Prophet (PBUH). In the present era،many lessons and lessons are learned from the above verses that are very important for the reformation of our society.

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ خصوصاً صحابہ کرامؓ کو اپنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کلام کرنے اوران کو پکارنے اوران کے ساتھ مجلس کی آداب کا تعلیم قرآن مجید میں جگہ جگہ دیاہے۔ سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۱۰۴ میں آداب مجلس نبوی ﷺ کوایسے انداز میں بیان فرمایاہے کہ لفظ **رَاعِنَا** سے منع کرکے لفظ **اُنْظُرْنَا** کہنے کا حکم دیاہے۔ اور یہ اس لیے کہ لفظ **رَاعِنَا** مراعات سے امر کا صیغہ ہے۔ اگر مخاطب نے متکلم کی بات اچھی طرح سنی یا سمجھی ہو تو متکلم کو پھر متوجہ کرنے کے لیے عربی میں **رَاعِنَا** کا لفظ استعمال ہوتاہے۔ یعنی ذراہمارالحاظ فرمایئے۔ جس طرح انگریزی میں (I Beg Your Pordon) ہے۔(1) عربی میں اسی موقع و محل کے لیے **اُنْظُرْنَا** کا لفظ بھی ہے جو نظر سے امر کا صیغہ ہے اس کے معنی دیکھنے مہلت دینے انتظار کرنے اور توقف کرنے کے ہیں۔

یہود آنحضرت ﷺ کی مجلس میں مختلف شراراتیں کرتے رہتے, تاکہ اپنے دلوں کی بھڑاس نکالیں اور ہوسکے تو اس طرح مسلمانوں کو اسلام کی نعمت عظمیٰ سے محروم کریں۔ اللہ تعالیٰ یہود کی ان شرارتوں اور اعتراضات سے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو متنبہ فرماتے سیاق وسباق پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتاہے کہ بعض یہودی محض منافقانہ اغراض کے لیے آنحضرت ﷺ کی مجالس میں شریک ہوتے اور اپنے شوق استفادہ وذوق تعلیم کے اظہار کے طور پر **رَاعِنَا** کا لفظ باربار دہراتے تاکہ حاضرین مجلس پر یہ اثر ڈالیں کہ یہ علم کے بڑے طالب اور قدر دان لوگ ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اس لفظ کو صرف اس لیے استعمال کرتے تھے کہ ذراسازبان کو توڑ مروڑ کر استعمال کرنے سے اس سے حضور ﷺ کی توہین کا پہلو پیدا کیا جا سکے۔ **رَاعِنَا** کو ذرا نیچے کی طرف دبا کر ادا کیجیے تو بڑی آسانی سے **رَاعِيْنَا** بن جائے گا جس کے معنی ہمارے چرواہے کے ہیں۔ مقصود ان شرارتوں سے قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ پر طنز و تذلیل مقصود تھی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس لفظ **رَاعِنَا** ہی کو مسلمانوں کے مجلس سے خارج کردیااور اس کی جگہ دوسرا معروف لفظ استعمال کرنے کا حکم دیاجو طنز کے شائبہ سے پاک تھا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ(2)

ایمان والو!(رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوکر) راعنانہ کہا کرو اور انظرنا کہہ دیاکرو اور سنا کرو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔(3)

مفسرین حضرات نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہود کی آنحضرت ﷺ سے بغض وعداوت کا تذکرہ کیاہے, نبی علیہ السلام کے ساتھ یہودیوں کی طبیعتوں میں اس درجہ راسخ اور پختہ ہوگیاہے کہ ان کی گفتگو اور مخاطبت میں سحر کی

طرح ایک قسم ملمع سازی اور حقیقت کی پردہ پوشی ہوتی تھی۔ الفاظ کی ظاہری صورت میں آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم ہے اور حقیقت میں ان کی اہانت اور تحقیر کرتے رہتے۔(4)

عام مسلمانوں کا پیغمبر کی شان میں بے ادبی کی الفاظ استعمال کرنا:

اکثر مفسرین نے آیت مذکورہ کا شانِ نزول ذکر کیا ہے چنانچہ مولانا محمد ادریسؒ مذکورہ آیت کریمہ کا شانِ نزول ذکر کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے یہود جب آنحضرت ﷺ سے ہم کلام ہوتے تو رَاعِنَا سے خطاب کرتے جس کے ظاہری معنی نہایت عمدہ ہیں کہ آپ ہماری رعایت کیجئے اور ہمارے حال پر توجہ فرمایئے۔ لیکن جن معنی کا وہ ارادہ کرتے وہ نہایت فاسد اور گندہ ہیں۔ یہود یہ لفظ بول کر احمق یا چرواہے کے معنی مراد لیتے۔ بہت سے مسلمانوں کو ان فاسد معنی کا علم نہ تھا انہوں نے یہ سمجھ کر کہ علماء اہل کتاب حضرات انبیاء کرامؑ کے آداب سے بخوبی واقف ہیں جب علماء یہود یہ لفظ استعمال کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ کلمۂ تعظیم ہے اس لیے مسلمانوں نے بھی اس لفظ کا استعمال شروع کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ایمان والو ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ تلبیس اور دھوکہ سے بچو اگرچہ تمہارا ارادہ دھوکہ کا نہ ہو تم آنحضرت ﷺ سے خطاب کے وقت رَاعِنَا کا لفظ نہ کہو جس میں فاسد معنی کا ایہام ہے بلکہ اس کے بجائے لفظ اُنْظُرْنَا کہو یعنی ہم پر نظر عنایت فرمایئے اور ہم پر شفقت اور توجہ فرمایئے اور آپ جو ارشاد فرمائیں اس کو نہایت غور سے سنو کہ دوبارہ سوال اور ایسے موہم الفاظ کے استعمال کی نوبت ہی نہ آئے اور کافروں کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے کہ جو اس قسم کے الفاظ سے رسول اور اہل ایمان کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور رسول کی ایذاء اور تحقیر بلاشبہ کفر ہے۔(5)

شانِ نزول کا تذکرہ:

بعض دفعہ صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کے وعظ میں عرض کرتے تھے: راعنا یا رسول اللہ یعنی ہماری رعایت فرماتے ہوئے یہ کلام واضح فرمادیں۔ حالانکہ یہود کی زبان میں یہ لفظ گالی تھا۔ تو یہود نے شرارتاً آپ ﷺ کو لفظ رَاعِنَا سے خطاب کرنا شروع کیا جس کے معنی عبرانی زبان میں ایک بددعا کے ہیں وہ اسی نیت سے یہ لفظ کہتے تھے۔ مگر عربی زبان میں اس کے معنی ہماری طرف توجہ فرمانے ہماری طرف خیال فرمانے کے ہیں اس لئے عرب ان کی اس شرارت کو نہ سمجھ سکے۔ حضرت سعدؓ نے یہود سے کہا کہ اگر تم نے آئندہ یہ لفظ بولا تو تمہاری گردن ماردوں گا کیونکہ آپ یہود کی زبان سے واقف تھے تو اس پر یہود بولے کہ مسلمان بھی تو یہ لفظ بولتے ہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی

جس میں مسلمانوں کو بھی اس لفظ کے استعمال سے منع کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم ان کی تقلید میں رَاعِنَا نہ کہا کرو بلکہ اگر ضرورت پڑے تو اُنْظُرْنَا کہا کرو۔(6)

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے خطاب کا اعزاز:

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں اٹھاسی(۸۸) جگہ اس امت کے مسلمانوں کو **يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** سے خطاب کیا گیا ہے ان میں سے یہ پہلا موقعہ ہے کتب سابقہ میں صرف انبیاء کرامؑ کو خطاب ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ شرف عطا فرمایا کہ قرآن مجید میں براہ راست اس امت کو مخاطب بنایا۔

اسی طرح ایک شخص نے عبداللہ بن مسعودؓ سے درخواست کی کہ مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیں۔ تو آپؓ نے فرمایا: قد أخرج سعيد بن منصور في سننه وأحمد في الزهد وابن أبي حاتم وأبو نعيم في الحلية والبيهقي في الشعب عن ابن مسعود أن رجلا أتاه فقال اعهد إلي فقال إذا سمعت الله يقول يايها الذين آمنوا فأرعها سمعك فإنه خير يأمر به أو شر ينهى عنه(7)

ترجمہ: جب تو قرآن پڑھے اور يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے خطاب کو سنے تو فوراً اپنے کانوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا اور قلب کو حاضر کرنا اللہ تعالیٰ بلا واسطہ تجھ سے خطاب فرما رہا ہے اور کسی اچھی چیز کا حکم دیتا ہے یا کسی بری چیز سے منع کرتا ہے۔

فاسد المعنی لفظ کے استعمال کرنے کی ممانعت:

خطاب یا دورانِ گفتگو جس لفظ کے استعمال سے صحیح معنی کے علاوہ دوسرا فاسد معنی کا ایہام ہوتا ہو تو اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیے اگرچہ متکلم کی نیت صحیح ہو۔ اس سے معاشرہ میں فساد پھیلنے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ لفظ رَاعِنَا کے "ع" کو ذرا کھینچ کر پڑھنے سے راعینا بن جاتا ہے جس کے معنی ہیں چرواہا۔ یا اس کا معنیٰ رعونت بمعنی حماقت ہے۔(8)

سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں آیتِ مذکورہ میں عبر و حکم

قرآن مجید کی مختلف تفاسیر اور کتبِ سیرت کی روشنی میں آیتِ مذکورہ سے کچھ فوائد واسباق حاصل ہوتے ہیں۔ جو کہ عصرِ حاضر کے لیے دروس وعبر کے طور پر کارآمد ہیں۔

1۔ پیغمبر کی تحقیر بھی کفر کا سبب ہے:

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء کرامؑ کا تحقیر کفر ہے چاہے وہ تحقیر اشارۃً ہو یا کنایۃً اس لیے کہ یہود صراحۃً آپ ﷺ کی تحقیر نہیں کرتے تھے بلکہ رَاعِنَا کہہ کر اشارۃً اور کنایۃً آپ کی تحقیر کرتے تھے اور اسی سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر فرمایا۔(9)

2۔پیغمبر علیہ السلام سے مذاق اور بے ادبی کی ممانعت:

مشہور تابعی حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ "راعن" مذاق کی بات کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی تم نبی کریم ﷺ کی باتوں اور اسلام سے مذاق نہ کیا کرو۔ اسی طرح جب نبی علیہ السلام جانے لگتے تو جنہیں کوئی بات کہنی ہوتی وہ کہتے اپنا کان ادھر کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بے ادبی کے کلمہ سے منع فرمایا۔اور اپنے نبی علیہ السلام کی عزت کرنے اور آپ ﷺ کی بے ادبی سے منع ہونے کی تعلیم فرمائی۔(10)

3۔اُمت مسلمہ کو خطاب کا اعزاز:

قرآن کریم میں اس امت کے مسلمانوں کو **يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** سے خطاب کیا گیا ہے حالانکہ کتب سابقہ میں صرف انبیاء کرامؑ کو خطاب ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ شرف عطا فرمایا کہ قرآن مجید میں براہ راست اس امت کو مخاطب بنایا۔(11)

4۔کافروں کے ساتھ مشابہت سے ممانعت:

چونکہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو کافروں کے ساتھ ہر چیز میں مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من تشبه بقوم فهو منهم(12) ترجمہ: جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

5۔یہودیوں کے ساتھ بول چال میں مشابہت سے ممانعت:

یہودی بعض الفاظ زبان دبا کر بولتے تھے اور ان سے برا مطلب لیتے تھے جب انہیں یہ کہنا ہوتا کہ ہماری طرف توجہ فرمایئے یا مکرر فرمایئے تو وہ **رَاعِنَا** کہتے اور اس سے رعونت اور سرکشی مراد لیتے قرآن کریم میں ارشاد ہے: مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ(13) بعض یہودی ایسے بھی ہیں جو کلام کو اپنے موقع سے بدلتے اور زبان مروڑتے ہیں تاکہ دینِ اسلام میں عیب لگائیں۔

امام مسلمؒ نے مذکورہ آیت کوذکر کرکے اس کی ذیل اور تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کی تحقیق کرنے سے اس حدیث کی سند, متن اور حکم ذکر کیا جاتا ہے۔

تحقیق حدیث: امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں حدیث یوں ذکر کی ہیں: حدثنا عمرو بن عاصم قال حدثنا همام قال حدثنا قتادة عن أنس قال مر يهودي على النبيﷺ فقال السام عليكم، فرد أصحابه السلام، فأخذ اليهودي فاعترف قال ردوا عليه ما قال(14) ترجمہ: عمرو بن عاصمؒ نے ہمیں بیان کیا کہتے ہیں کہ ہمیں همامؒ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں قتادہؒ نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی پیغمبر ﷺ پر گزرتے تو اسام علیکم کہتے, صحابہ کرامؓ ان کو سلام کا جواب دے رہے تھے, تو نبی علیہ السلام ان کو منع فرماتے رہے یہودی کو پکڑنے پر اس نے اعتراف کیا۔ سام کے معنی موت کے ہیں تو تم ان کے جواب وعلیکم کہا کرو ہماری دعا ان کے حق میں قبول ہوگی اور ان کی بد دعا ہمارے حق میں قبول نہیں ہوگی۔(15)

6۔ کردار و گفتار میں تشبہ بالکفار کی ممانعت:

آیت مذکورہ میں کفار کے ساتھ ہر قسم مشابہت کی ممانعت کا حکم ہے چاہے وہ گفتار میں مشابہت ہو یا کردار و معاشرت اور عبادات میں ہوں۔ چنانچہ مشہور مفسر علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ففيه دلالة على النهي الشديد والتهديد والوعيد على التشبه بالكفار في أقوالهم وأفعالهم ولباسهم وأعيادهم وعباداتهم وغيرذلك من أمورهم التي لم تشرع لنا ولانقر عليها(16) الغرض قول و فعل میں ان سے مشابہت کرنا منع ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے: بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى يعبد الله وحده لا شريك له وجعل رزقي تحت ظل رمحي وجعل الذلة والصغار على من خالف أمري ومن تشبه بقوم فهو منهم(17) ترجمہ: نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے قریب تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں میری روزی حق تعالیٰ نے میرے نیزے تلے لکھی ہے اس کے لیے ذلت اور پستی ہے مگر جو میرے احکام کے خلاف چلے اور جو شخص کسی غیر مسلم قوم سے مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔ حدیثِ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ کفار کے اقوال وافعال لباس, عید اور عبادت میں ان کی مشابہت کرنا جو ہمارے لیے مشروع اور مقرر نہیں سخت منع ہے ایسا کرنے والوں کو شریعت میں عذاب کی دھمکی کی اطلاع دی گئی ہے۔

7۔ امت کے لیے آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کو غور سے سننا:

سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب تم قرآن کریم میں آیت: يٰاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سنو تو کان لگادو اور دل سے متوجہ ہو جایا کرو کیونکہ یا تو کسی بھلائی کا حکم ہو گا یا کسی برائی سے ممانعت ہو گی, آیتِ مذکورہ میں اُنْظُرْنَا کے ساتھ اِسْمَعُوا بھی کہا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی باتوں اور نصیحتوں کو توجہ اور غور سے سننا چاہیے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانی ہدایت ورہنمائی کے لئے صرف قرآن مجید کافی ہے ان کا خیال صحیح نہیں ان کو اس قرآنی فیصلہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے, اور دیکھنا چاہیے کہ اس آیت اور دوسری آیات میں آپ ﷺ کے ارشادات سننے اور ماننے پر کتنا زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے: مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (18) جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

8۔ نبی علیہ السلام کو برے کلمات سے مخاطب کرنے کی سزا:

اسی طرح مذکورہ آیت میں حکم کے طور پر فرمایا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی تضحیک کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو برے کلمات سے خطاب کر کے بے ادبی اور گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں, وہ کافر ہیں اور ان کی سزا کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔(19)

9۔ ذو معنی لفظ کے استعمال کا حکم:

آیت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گفتگو میں ذو معنیٰ الفاظ سے احتراز کرنا چاہیے جس میں صحیح معنیٰ کے علاوہ کوئی برا پہلو نکل سکتا ہو۔ جس طرح لفظ رَاعِنَا ذو معنی لفظ ہے۔ اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ ہماری رعایت فرماتے ہوئے دوبارہ سمجھا دیجئے۔ لیکن یہود کی عبرانی زبان میں یہی لفظ گستاخی اور بے ادبی والے معنی میں مستعمل ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی عزت و تعظیم کا یہاں تک پاس ہے کہ ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع فرمادیا جس میں گستاخی کا شائبہ تک بھی ہو۔

چنانچہ علامہ قرطبی آیت مذکورہ کی تحت لکھتے ہیں: فيهادليل على تجنب الالفاظ المحتملة التى فيها التعريض للتنقيص والغض(20) یعنی اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہ رسالت میں ممنوع ہے جس میں تنقیص اور بے ادبی کا احتمال تک ہو۔ امام مالکؒ نے تو ایسے شخص کو حد قذف لگانے کا حکم دیا ہے۔

10۔ الفاظ کی ادائیگی میں نفسیاتی حقیقت کا لحاظ رکھنا:

آیتِ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کی ادائیگی میں نفسیاتی حقیقت ملحوظ رہنی چاہیے کہ اگر ان کے اندر کوئی روح فساد موجود ہو یا سوء استعمال سے پیدا کر دی گئی ہو تو پھر سلامتی ان سے دور رہنے ہی میں ہے ورنہ ان کا زہر

غیر شعوری طور پر ان کے بولنے والوں اور سننے والوں کے اندر بھی سرایت کر کے رہتا ہے۔ مسلمانوں کو اس چھوت سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے **رَاعِنَا** کے استعمال کی ممانعت فرمادی۔ پھر اس کا ایک اور فائدہ بھی ہوا وہ یہ کہ **رَاعِنَا** کی ممانعت اور **اُنْظُرْنَا** کی اجازت نے مخلصین اور منافقین کے درمیان ایک نشان امتیاز بھی پیدا کر دیا اور صریح ممانعت کے بعد ظاہر ہے کہ مجلس نبوی ﷺ میں اس لفظ کے استعمال کی جسارت وہی لوگ کر سکتے تھے جن کے دلوں کے اندر حسد اور کینہ کا اتنا بخار بھرا ہوا ہو کہ وہ کسی طرح بھی اس کو دبا سکنے پر قادر نہ ہوں۔ اس آیت میں **اِسْمَعُوا** کا لفظ اپنے کامل اور حقیقی مفہوم میں ہے۔ یعنی غور سے پیغمبر کی باتیں سنو اور ان کو سمجھو، تاکہ تمہیں بار بار پیغمبر کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ اس میں ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ یہ یہود نہ تو سننے کے لیے آتے ہیں اور نہ سمجھنے کے لیے بلکہ صرف اس لیے آتے ہیں کہ کوئی موقع **رَاعِنَا** کے استعمال کا پیدا کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالیں۔(21)

11۔ دشمن کے ہاتھ کوئی بہانہ نہ دینے کا حکم:

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے روزمرہ زندگی میں دشمن کے ہاتھ کوئی بہانہ نہ آنے دیں یہاں تک کہ ایک چھوٹا سا جملہ غلط مقاصد میں دشمن کے لئے مقام بحث بن سکے اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ قرآن مجید مخالفین کی طرف سے مؤمنین سے غلط فائدے اٹھانے کی روک تھام کی نصیحت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ ایک لفظ تک ایسا نہ کہیں جس کے ایسے مشترک معنی ہوں کہ دشمن جس کے دوسرے معنی کو غلط استعمال کر سکے اور مؤمنین کی نفسیاتی کمزوری کا باعث بنے۔ جب دامن کلام اور تعبیر سخن وسیع ہے تو کیا ضرورت پڑی ہے کہ انسان دورانِ گفتگو ایسے کلمات و جملے استعمال کرے جو قابل تحریف ہوں اور غلط مفاد کا باعث ہوں۔ اور یہ ایسا کہ ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:لا تسموا العنب الكرم ولا يقل العبد لسيده مولا(22) کہ انگور کو کرم اور غلام کو عبد نہ کہو۔

12۔ دارالاسلام کی داخلی وخارجی دشمن کو موقع نہ دینے کا حکم:

جب اسلام معمولی الفاظ میں احتیاط کا حکم دیتا ہے تو بڑے بڑے مسائل میں مسلمانوں کی ذمہ داری واضح ہو جاتی ہے۔ اب بھی ہم سے کبھی ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں جو داخلی دشمن کے لئے یا بین الاقوامی مجالس میں بری نتائج کا سبب ہوتے ہیں۔ اس میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ایسے کاموں سے پرہیز کریں اور بلاوجہ داخلی اور خارجی دشمنوں کے ہاتھ بہانہ نہ دیں۔

جس پر بعد کی آیت دلالت کرتی ہے۔ مشرکین اور اہل کتاب کی مؤمنین سے کینہ پروری اور عداوت سے پردہ اٹھاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلاَ الْمُشْرِكِينَ اَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ(23) اہل کتاب کفاراور اسی طرح مشرکین پسند نہیں کرتے کہ خدا کی طرف سے کوئی خیر وبرکت تم پر نازل ہو۔(24)

13۔رسالت کاادب صرف معنوی حیثیت سے نہیں لفظی حیثیت سے بھی ضروری ہے:

آیت مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ مرتبہ رسالت کا ادب صرف معنوی ہی حیثیت سے نہیں بلکہ لفظی حیثیت سے بھی ضروری ہے۔ کیونکہ رَاعِنَاکے "ع" کو ذرا کھینچ کر پڑھنے سے اس کے معنی میں ایک گستاخانہ مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ فقہاء نے لکھاہے کہ جن الفاظ سے احتمال بھی اہانت کانکلتاہے ان سے احتیاط لازم ہے۔(25)

چنانچہ ابن العربیؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں:وهذا دليل على تجنب الالفاظ المحتملة التى فيها التعرض للتنقيص(26) ترجمہ: اور یہ دلیل ہے کہ نقص پیدا ہونے کی خوف سے ایسی الفاظ سے اجتناب ضروری ہے جو کہ کئی معانی کا احتمال رکھتاہو۔

14۔پیغمبر علیہ السلام کی شان میں کلمات محتملہ کی سزا:

آیتِ کریمہ سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ گفتگو میں صاف الفاظ استعمال کرناچاہیے,مشتبہ الفاظ سے احتراز کرناچاہیے جس میں کوئی براپہلو نکل سکتاہو۔ ایسے الفاظ جن میں تنقیص و اہانت کا شائبہ ہو,پیغمبر کی شان میں ادب و احترام کے پیش نظر ایسے الفاظ کا استعمال صحیح نہیں۔ امام مالکؒ کے ہاں تو ایسے الفاظ پر حد واجب ہو جاتی ہے۔فقہاء حنفیہ نے جو اپنی باریک بینی کے لیے سب سے ممتاز ہیں۔اسی سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اس بحث کا فیصلہ کہ فلاں مقام پر مراد امر خیر ہے یاشر ،واضع کی نیت کے لحاظ سے ہو گا تابع کی رائے سے نہیں۔ صحابہ کرامؓ تو ظاہر ہے کہ سوءادب کی قصد سے بالکل بری رہتے تھے، ممانعت جو کی گئی وہ یہود کی نیت کے مطابق کی گئی ہے۔(27)

15۔پیغمبر علیہ السلام کے سوا محض اتباع قرآن کا حکم:

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ادب و تعظیم کے ساتھ سن کر اُس پر عمل کرنالازمی ہے۔ حال ہی کے بعض گمراہ فرقوں نے ایمان واسلام کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شخصیت سے بالکل قطع نظر کر کے محض قرآن کی اتباع کو کافی سمجھ لیاہے ان کی گمراہی آیتِ مذکورہ سے ظاہر ہے۔

16۔بد تمیز معاندین کی اصلاح ناممکن ہے:

پیغمبر برحق کی توہین اور اپنی دناءت اخلاق کی پاداش میں خصوصاً ان کافروں کے لیے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شدت بغض و عداوت میں اس حد تک پہنچ جائیں اور عام انسانیت و تہذیب کے بھی حدود کا لحاظ نہ رکھیں۔ اس لیے بد تمیز معاندین کی اصلاح کی توقع بھی کیا ہو سکتی تھی۔(28)

17۔انبیاء کرامؑ کی ادنی اہانت بھی کفر ہے:

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء کرامؑ کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں ادب کا لحاظ کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا معمولی سا بھی اندیشہ ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔ ایسے الفاظ کے بارے میں حکمِ شرعی یہ ہے کہ جس لفظ کے دو معنی ہوں اچھے اور برے اور لفظ بولنے میں اس برے معنٰی کی طرف بھی ذہن جاتا ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ کے لئے استعمال نہ کئے جائیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ کا ادب ربُّ العالمین خود سکھاتا ہے اور تعظیم کے متعلق احکام کو خود جاری فرماتا ہے۔ **وَلِلْكٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ** سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرامؑ کی جناب میں بے ادبی کفر ہے۔(29)

18۔حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ غور سے سننے کی سبق:

آیتِ کریمہ میں لفظ **وَاسْمَعُوْا** سے آپس میں عام باتوں کو غور سے سننے کی عمومی حکم ہے کہ جو بات بھی کہی جائے اس کو غور سے سنو، اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرو جبکہ پیغمبر پاک ﷺ کی کلام کو غور سے سننے کی خصوصی تاکید ہے یعنی حضور ﷺ کے کلام فرمانے کے وقت ہمہ تن گوش ہو جاؤ تاکہ یہ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے کہ حضور ﷺ توجہ فرمائیں کیونکہ دربارِ نبوت کا یہی ادب ہے۔ اب چونکہ ہمارے سامنے نبی پاک ﷺ کی احادیث مبارکہ مخاطب ہیں اس لیے مجلس حدیث میں نبی علیہ السلام کی احادیث مبارکہ کی درس کے وقت سب مشاغل کو چھوڑ کر ہمہ تن احادیثِ مبارکہ کو سننا اس آیت مبارکہ پر عمل کرنا ہے۔(30)

19۔جائز کام سے روکنا بھی جائز ہے جب حرام کام کا وسیلہ ہو:

اس آیتِ کریمہ میں کسی جائز کام سے روکنے کی دلیل ہے جبکہ یہ جائز کام کسی حرام کام کے لیے وسیلہ ہو نیز اس میں ادب کا اور ایسے الفاظ کا بیان ہے جو اچھے ہوں جن میں بے ہودگی نہ ہو۔ نیز قبیح الفاظ کے ترک کرنے کی تاکید ہے یا جن میں کسی قسم کی تشویش اور کسی نامناسب امر کا احتمال ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایسا لفظ استعمال کرنے کا حکم دیا جس میں صرف اچھے معنی کا احتمال ہو۔ پس فرمایا: **قُولُوا انْظُرْنَا** کہ **اُنْظُرْنَا** کہو۔ یہ لفظ کافی ہے اور بغیر کسی خدشہ کے اس سے اصل مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ **وَاسْمَعُوا** "اور سنو" یہاں مسموع کا ذکر نہیں

کیا گیا تاکہ اس کی عمومیت میں ہر وہ چیز شامل ہو جس کے سننے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کے مفہوم میں سماعِ قرآن اور سماع سنت شامل ہیں۔ جو لفظی معنوی اور قبولیت کے اعتبار سے سراسر حکمت ہے۔ اس میں ادب اور اطاعت کی تعلیم کا سبق ہے۔(31)

20۔ کثرت سوال سے اجتناب:

صحابہ کرامؓ کی صفات میں سے یہ بھی تھا کہ سوالات کم سے کم کرتے تھے اور عبر و نصیحت کی طرف توجہ کرتے۔ جیسا کہ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں: نهينا أن نسأل رسول اللهﷺ عن شيء فكان يعجبنا أن يجيء الرجل من أهل البادية العاقل فيسأله ونحن نسمع،(32) کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے سوالات سے منع کیا گیا تھا پس ہم پسند کرتے کہ کوئی دیہاتی عقل مند آدمی آجائے تاکہ وہ نبی علیہ السلام سے کچھ پوچھے اور ان کو ہم بھی سن لیں۔ اس لیے ہمیں بھی ان صحابہ کرامؓ کی اتباع کرنی چاہیے کیونکہ سوال کی کثرت آدمی کو سیدھے راستہ سے بھٹکا دیتی ہے اس لیے سوال و جواب کے بجائے عبرت اور نصیحت کا ذہن پیدا کرنے میں بہتری ہیں۔(33)

21۔ معمولی غلطی سے ایمان جانے کا خطرہ لاحق ہونے کا خدشہ:

آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم الٰہی کو نہ ماننا ایمان جانے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہاں وَلِلْكٰفِرِيْنَ فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم الٰہی کا انکار مسلمان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ یعنی اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی غلطی کی وجہ سے تم اپنے ایمان ہی سے محروم ہو جاؤ۔(34)

22۔ کسی کی نعمت کو دیکھ کر حسد سے بچنے کی درس:

آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر گلے شکوے نہ کرو دنیا میں کسی کے پاس کوئی خیر دیکھو تو حسد اور جلن میں مبتلا نہ ہو کیوں کہ یہ اللہ کا ایک عطیہ ہے جو اس کے فیصلہ تحت اس کے ایک بندے کو پہنچا ہے۔(35)

23۔ اللہ تعالیٰ اور پیغمبر کے حق میں ہلکا لفظ بھی توہین ہے:

آیتِ مذکورہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی شان میں ہلکا لفظ بولنا حرام ہے اگرچہ توہین کی نیت نہ بھی ہو اور توہین کی نیت سے بولنا کفر ہے نیز جس لفظ کے دو معنی ہوں اچھے اور برے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ کے لیے استعمال نہ کیے جائیں تاکہ دوسروں کو بدگوئی کا موقع نہ ملے اللہ تعالیٰ کو میاں نہ کہو کیونکہ میاں کے معنی مالک بھی ہیں اور خاوند بھی۔ لہٰذا اب اللہ تعالیٰ کو مالک کے معنی میں بھی میاں نہ کہو۔(36)

24۔ حضور ﷺ کا ادب اللہ تعالیٰ خود سکھاتے ہیں:

مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی بارگاہ کا ادب رب تعالیٰ خود سکھاتے ہے اور ان احکام کو خود جاری فرماتے ہے۔ کہ نبی علیہ السلام کے سامنے بالکل ادب کالفظ استعمال نہ کریں کیونکہ حضور کی بارگاہ میں ہلکالفظ بولنا کفر ہے اور ذو معنیین (دو معانی پر مشتمل الفاظ) سے بھی منع کیا گیا کیونکہ اس میں بھی اہانتِ رسول ہیں۔ اسی طرح پیغمبر کے سامنے بلند آواز سے منع فرمایا، جیسا کہ سورۃ الحجرات سے واضح ہیں: يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ(37) اے ایمان والو! اپنے آوازوں کو نبی کی آوازوں پر بلند مت کرو اور ان کے سامنے آپس کی طرح باتیں زور سے مت کیا کریں تاکہ تمہارے ضائع نہ ہو اور تم نہیں جانتے۔ آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بلند آواز سے تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہوجاویں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی، اور ایسا ہی حدیث میں ہے: تکنی بکنیۃ ابی القاسم، آپ ﷺ کی حیات شریفہ میں منع ہوگئی تھی بہ وجہ اذیت ذات سرورعالم ﷺ کے کہ کوئی کسی کو اگر پکارے گا تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو پکارنے کا ارادہ کرتا ہے تو التفات فرمائیں گے حالانکہ نادی ہرگز اذیت رسول اللہ ﷺ نہیں کرتا تھا۔ خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا حبیب انتہائی محبوب ہے جس کے ساتھ زندگی گزارنے اور پیغمبر کی آداب مجالس خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔(38)

25۔ حضور کے علم پر طعن کرنا در حقیقت دین اسلام پر طعن ہے:

یہود حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں ایسی گستاخیاں کرکے جاتے اور پھر اپنے دوستوں سے کہتے کہ اگر حضور سچے نبی ہوتے تو ہماری اس تدبیر کو سمجھ جاتے کہ ہم منہ سے کچھ بولتے ہیں اور دل میں کچھ اور ہے ہم رَاعِنَا اور معنی سے بولتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے علم پر طعن کرنا در حقیقت دین اسلام پر طعن ہے اور طعن فی الدین یہودیوں کا پُرانا طریقہ ہے۔ دورِ حاضر میں گستاخوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہیے۔ ورنہ عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔(39)

26۔ بے ادبی کرنے سے سرکار کا کچھ نہیں بگڑتا ہمارا ہی نقصان ہے:

مذکورہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور کے ادب میں ہمارا ہی فائدہ ہے اور بے ادبی میں ہمارا ہی نقصان ہے۔ اس سے اس سرکار کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ اپنا ہی نقصان ہے۔ کیونکہ سورج کی تعریف کرو یا برائی, اس کی نور میں کمی نہیں آتی وہ نور ہی نور رہے۔(40)

27۔ نبی سے انکار کرکے صرف اللہ کا ماننا ایمان کے لیے کافی نہیں:

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ساتھ نبی علیہ السلام کی اطاعت لازمی ہے۔ اس لیے کہ جو لوگ پیغمبر پاک ﷺ کی اطاعت کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ تو صرف خدا کو ماننا ایمان کے لیے کافی نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو تو شیطان بھی مانتا ہے یا وہ اہل کتاب صرف اپنے نبیوں کو مانتے ہیں۔ اور نبی پاک ﷺ کے منکر ہیں۔ تو یہ بھی ایمان کے لیے کافی نہیں۔(41)

28۔ برائی کی سد باب کے لیے صحیح کام کو بھی ترک کیا جائے:

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی صحیح کام سے کسی بڑی برائی کا راستہ نکلتا ہو تو اس بڑی برائی کے سد باب کے لیے اس صحیح کام کو بھی ترک کر دیا جائے گا۔ مذکورہ آیت کریمہ کے علاوہ قرآن مجید اور احادیث میں اس کی بہت نظائر ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ(42) اور تم مشرکین کے معبودوں کو برا نہ کہو، ورنہ وہ عدوات اور جہالت سے اللہ کو برا کہیں گے۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو آپ کی کسی زوجہ نے ذکر کیا کہ میں نے حبشہ میں عیسائیوں کی ایک عبادت گاہ دیکھی ہے، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ وہاں سے آئی تھیں، انھوں نے اس عبادت گاہ کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کو بیان کیا، آپ نے سر اٹھا کر فرمایا: جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر ایک مسجد بنا دیتے اور اس میں یہ تصویریں بنا دیتے، یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔ گویا نبی کریم ﷺ نے تصویر اور مجسمہ کی عبادت کی روک تھام اور سد باب کے لیے تصویریں بنانے سے مطلقاً منع فرما دیا۔(43)

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانیؒ علامہ بیضاویؒ سے نقل کرتے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ انبیاء کرامؑ کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان کی قبروں کو بت بنالیا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اس فعل سے منع فرمایا البتہ جو شخص کسی نیک مسلمان کے قرب میں مسجد بنائے اور اس کے قرب سے برکت حاصل کرنے کا قصد کرے اور اس قبر کی تعظیم کا قصد نہ کرے اور نہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔(44)

29۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا:

آیتِ مذکورہ سے اہم مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس لفظ میں توہین کا معنی نکلتا ہو اس لفظ کو نبی کریم ﷺ کی جناب میں استعمال کرنا ناجائز ہے اور نبی کریم ﷺ کی توہین کفر ہے، جس کی تحقیق درج ذیل ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنا بالاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے اور اس کی توبہ قبول کرنے میں ائمہ مذاہب کے مختلف اقوال ہیں خواہ توہین کا تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہو یا آپ کے نسب کے ساتھ ہو, آپ کے دین کے ساتھ ہو یا آپ کی کسی بھی صفت کے ساتھ ہو اور یہ اہانت خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً ہو، جس شکل میں بھی ہو۔ اسی طرح کوئی شخص آپ ﷺ کو بد دعا کرے، آپ ﷺ پر لعنت کرے یا آپ ﷺ کا برا چاہے آپ ﷺ کے عوارض بشریہ یا آپ ﷺ سے متعلق اشیاء یا اشخاص کا آپ ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطریق طعن یا مذمت ذکر کرے, غرض جس شخص سے کوئی ایسا کلام صادر ہو جس سے آپ کی اہانت ظاہر ہو وہ کفر ہے اور اس کا قائل واجب القتل ہے۔(45)

فقہی و تحقیقی جائزہ:

- **فقہاء حنفیہ کا قول:**

اکثر فقہاء حنفیہ کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔ اور جو شخص کسی نبی کو گالی دینے سے کافر ہو گیا اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہے (خواہ خود توبہ کرے یا اس کی توبہ پر گواہی ہو) اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور نبی علیہ السلام کو گالی دینے کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور جو شخص اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔(46)

علامہ ابن عابدین الشامیؒ توبہ قبول نہ ہونے کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم دنیا کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ مقبول ہو گی۔(47)

- **فقہاء شافعیہ کا قول:**

بعض فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کی توبہ مطلقا قبول نہیں ہے۔ چنانچہ ابن حجر العسقلانیؒ نقل کرتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کو صراحۃً گالی دی اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ اور ائمہ شافعیہ کے نزدیک جس شخص نے نبی ﷺ کو قذف صریح کے ساتھ گالی دی اس کے کفر پر علماء کا اتفاق ہے, اگر وہ توبہ کرے گا تب بھی اس سے قتل ساقط نہیں ہو گا کیونکہ یہ حد قذف ہے اور حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔(48)

احناف اور شوافع کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی اس کو قتل کیا جائے گا خواہ اس نے توبہ کرلی ہو، امام مالکؒ کی مشہور روایت اور امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور جمہور احناف اور شوافع کا مذہب ہے کہ توبہ کے بعد اس کو قتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

- **فقہاء مالکیہ کا قول:**

قاضی عیاض مالکیؒ لکھتے ہیں: امام مالکؒ، ان کے اصحاب، سلف صالحین اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اہانت کرنے والا اور آپ کی تنقیص (شان میں کمی) کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہوتا ہے چاہے اس توہین آمیز کلمات سے اس کا قصد توہین کا ہو یا نہ ہو۔ اور امت مسلمہ کے نزدیک اس کا حکم قتل کرنا ہے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اسی طرح جو شخص نبی کریم ﷺ کی شان میں ایسا کفریہ کلمہ کہے جس میں لعنت ہو یا گالی ہو یا آپ کی تکذیب ہو یا آپ کی طرف کسی ایسی چیز کی اضافت کرے جو ناجائز ہو یا اس چیز کی نفی کرے جو آپ ﷺ کے لیے واجب ہو، یا آپ کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرے، یا تبلیغ رسالت میں مداہنت کی نسبت کرے یا آپ ﷺ کے مرتبہ اور شرف نسب یا آپ کے علم کی عظمت اور آپ کے زہد میں کمی کرے یا آپ کے جو اوصاف مشہور اور متواتر ہیں ان کی تکذیب کرے یا نبی کریم ﷺ کی شان میں کوئی نازیبا بات کہے جو از قسم گالی ہو اگرچہ اس کے حال سے یہ ظاہر ہو کہ وہ آپ کی توہین کا قصد نہیں کرتا نہ اس پر اعتماد کرتا ہے یا اس نے جہالت کی وجہ سے کہا ہو یا رنج اور قلق کی بنا پر یا نشہ کی وجہ سے کہا ہو یا سبقت لسانی سے ایسا کہا ہو، یا یونہی بے سوچے سمجھے یا جوش غضب سے ایسا کہہ دیتا ہے تو ایسے شخص کا بلا توقف یہ حکم ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ جہالت تکفیر میں عذر نہیں ہے نہ سبقت لسانی کا دعوی نہ مذکورالصدر اسباب میں سے کوئی اور سبب جبکہ اس کی عقل صحیح ہو سوا اس شخص کے جس کو ان کلمات کے کہنے پر مجبور کیا گیا ہو، اور اس کے دل میں ایمان ہو۔(49)

اور اگر نبی کریم ﷺ کو جس نے گالی دی اور اس کے بعد توبہ کرلی تو اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اسی طرح جب کسی شخص نے آپ ﷺ کو گالی دینے کا اقرار کیا اور اس کے بعد توبہ کرلی اور توبہ کا اظہار کر دیا تو اس گالی کے سبب سے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی حد ہے، البتہ اس کی توبہ اس کو آخرت میں نفع دے گی اور وہ عنداللہ مؤمن قرار پائے گا۔(50)

اسی طرح اسحاق بن راہویہؒ نے اس اجماع امت کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر گالی دینے والا ذمی ہو تو امام مالکؒ اور اہل مدینہ کے نزدیک اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں: قاضی عیاضؒ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی ذات یا آپ کی صفات مثلاً کمال علم یا کمال قدرت کے متعلق کوئی نازیبا بات کہی خواہ اس کا قصد اور نیت، توہین نہ ہو اور نہ وہ اس کا اعتقاد رکھتا ہو بلکہ وہ آپ کے کمالات کا قائل ہو پھر بھی اس نازیبا بات کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔(51)

- **فقہاء حنابلہ کا قول:**

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ فقہاء حنابلہ کا مذہب نقل کر کے لکھتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی وہ کافر ہو گیا خواہ مذاق سے ہو خواہ سنجیدگی سے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے استہزاء کیا یا اس کی ذات سے یا اس کے رسولوں سے یا اس کی کتابوں سے وہ کافر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ(52) اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ کہیں گے, ہم تو صرف مذاق کر رہے تھے آپ کہیے: کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی آیات اور اس کے رسول کا استہزاء کر رہے تھے؟ اب عذر نہ پیش کرو کیونکہ تم ایمان لانے کے بعد یقیناً کافر ہو چکے ہو۔(53)

- **ابن تیمیہؒ کا قول:**

مشہور محقق شیخ ابن تیمیہؒ محمد بن سحنونؒ کا قول نقل کرتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ کی گستاخی کرنے والا باتفاق علماء کافر ہے۔ اس شخص کا حکم قتل ہے اور اس کے کفر اور اس کے عذاب میں شک کرنے والا بھی کافر ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ اور امام احمدؒ اور محدثین کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام احمدؒ نے متعدد مقامات پر اس بات کی تصریح کی ہے چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی یا آپ کی تنقیص کی خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کرنا واجب ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے۔(54)

30۔ابو بکرؓ اور عمرؓ کی شان میں گستاخی کا حکم:

علامہ ابن عابدین الشامیؒ لکھتے ہی: جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی ہو اس کی توبہ قبول نہ کرنا امام مالک کا مشہور مذہب ہے, اور امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور ایک روایت ان میں سے یہ ہے کہ اس کا حکم

مرتد کی طرح ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کا یہ حکم ہے تو حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے والے کا حکم بطریق اولی یہی ہو گا کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے۔

بہر حال یہ بات ظاہر ہو گئی کہ احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور امام مالکؒ سے بھی یہی ثابت ہے۔(55)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ گستاخ رسول کی (دنیاوی احکام میں) توبہ قبول نہیں ہو گی۔ اور ہر حال میں اس کو قتل کیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔(56)

31۔ گستاخانہ کلام میں تاویل کی گنجائش:

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ جس کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو اس کلام کو اسلام پر محمول کیا جائے گا اور قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ ابن عابدین الشامیؒ لکھتے ہیں: کہ جب کسی مسئلہ میں کچھ وجوہ کفر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اس کو "منع عن الکفر" پر محمول کرے بشر طیکہ قائل کی نیت بھی وہی ہو، ورنہ مفتی کے "منع عن الکفر" پر محمول کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔(57)

اسی طرح علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

جب کسی مسئلہ میں متعدد وجوہ سے کفر لازم ہو اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ اس وجہ کی طرف میلان کرے جو کفر سے روکتی ہو کیونکہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے البتہ جب قائل خود اس احتمال کا التزام کرے س وجہ سے تکفیر ہو تب تاویل سے فائدہ نہیں ہو گا البتہ جس کلام میں کئی احتمال ہوں اس پر تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ کفر انتہائی سزا ہے جو انتہائی جرم کا تقاضا کرتی ہے اور جب دوسرا احتمال موجود ہو تو یہ انتہائی جرم نہیں ہے۔(58)

علامہ ابن عابدین شامی اور علامہ ابن نجیم کی ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ جس لفظ یا جس جملہ میں متعدد احتمالات ہوں اور ان احتمالات میں سے کچھ کفریہ ہوں اور کچھ غیر کفریہ اس وقت یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مفتی کو چاہیے کہ وہ قائل کے کلام کو غیر کفریہ معنی پر محمول کرے لیکن اگر کسی کلام کے متعدد احتمالات نہ ہو بلکہ صرف ایک معنی ہو اور وہ معنی خدانخواستہ کفریہ ہو تو اب مفتی صاحب کے لیے قائل کی تکفیر کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔(59)

32۔ گستاخانہ کلام میں توہین کی نیت:

جب کوئی شخص نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمہ بولتاہے اور جب اس کی تکفیر کی جائے تو وہ اپنے دفاع میں کہتا ے کہ اس کلمہ سے میری نیت یہ نہیں تھی تو اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ جس لفظ کے متعدد معنی ہوں اس کے متعلق قائل یہ کہہ سکتاہے کہ میری نیت میں فلاں گستاخانہ معنی نہیں تھا بلکہ فلاں معنی ہے لیکن جس لفظ کا از روئے لغت یا عرف یا شرع کے اعتبار سے صرف ایک ہی معنی ہو تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہو گا کیونکہ لفظ صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا,اس کے برخلاف اگر کوئی شخص عزت اور کرامت کا ارادہ کرتاہے تو اس معنی کا اعتبار ہو گا۔ ان تصریحات کے پیش نظر جو شخص نبی کریم ﷺ کی شان میں ایساکلام کہتاہے جو عرف میں توہین کے لیے متعین ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔ علاوہ ازیں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: جو چیز توہین کی دلیل ہو اس پر تکفیر کی جائے خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔(60)

خلاصہ بحث:

آیت کریمہ سے معلوم ہوتاہے کہ الفاظ قبیحہ بولنے سے اگرچہ معنی حقیقیہ بمعانی ظاہرہ خود مراد نہ رکھتاہو بلکہ معنی مجازی محتمل ہو مگر تاہم ایہام گستاخی,اہانت,اللہ تعالیٰ کی ذات اور جناب رسول اللہ ﷺ سے خالی نہیں,یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ "رَاعِنَا" سے صحابہ کرامؓ کو منع فرمایا "أُنْظُرْنَا" کالفظ عرض کرنا ارشاد فرمایا حالانکہ مقصود صحابہ کرامؓ ہرگز وہ معنی نہیں تھی جو یہود مراد لیتے تھے۔ مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت وگستاخی جناب رسالت کا تھا لہذا حکم ہوا: لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا۔ اور علیٰ ہذا حضرات صحابہ کرامؓ کا پکار کر بولنا آنحضرت ﷺ کی مجلس میں معاذ اللہ بوجہ اذیت وگستاخی نہ تھا بلکہ حسب عادت وطبع تھا، مگر چونکہ اذیت وبے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَاتَشْعُرُونَ(61) اے ایمان والوں! تم اپنی آوازوں کو پیغمبر ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ آپس میں باتوں کی طرح زور سے بات کیا کرو کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائے اور تم نہیں جانتے۔ یہاں صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہو جاویں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہو گی۔ اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں؟ اور یہ عرض والغیب عند اللہ بایں وجہ تھی کہ سب عرب از قریش تا کندہ بنو اسماعیل ہیں, تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے ماموؤں کو تہمت زنا مت لگا اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپوں سے مت کر۔ ہم اولاد نضر ہیں, دیکھ اس لفظ میں فقط ایہام بعید کو کس

قدر آپ نے نفی کر کے نہیں فرمایا اور کلام کا ادب تلقین کیا۔"وعلی ھذا خبثت نفسی"(میرا نفس یعنی مزاج خبیث وپلید ہو گیا) کو منع فرمایا اور "لقست نفسی" (میرا دل خراب وپریشان ہوا)(62) کی اجازت دی کہ وہ بہ ظاہر سخت لفظ ہے گو معنی ایک ہیں۔الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اوراذیت ظاہرہ ہے پس ان الفاظ کا بکنا کفر ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا(63) بے شک وہ لوگ جو اللہ اوراس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت دنیاوآخرت میں ہے اوران کے لیے رسوائی کرنے والا عذاب تیار ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ رسوائی والا عذاب دینے سے پہلے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

پس کفریہ وگستاخی کلمات والے باوجود منع ہونے کے اگر باز نہ آوے تو اسے قتل کرنا چاہیے کہ مؤذی وگستاخ شان باری تعالیٰ اور اس کے رسول نبی ﷺ کا ہے۔(64)

شیخ گنگوہی قاضی عیاضؒ کی عبارت کی روشنی میں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ جو کلام رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں موجب اہانت ہو،اس کا کہنے والا کافر ہے خواہ کہنے والا اس کفریہ معنی کا ارادہ نہ کرے اور نہ ہی اس کی نیت توہین کی ہو۔(65)

ضرورت مطالعہ سیرت:

آج ہماری نسلِ نو میں مطالعہ سیرت کا فقدان نظر آتا ہے جو ہماری تنزلی اور پستی میں کسی المناکی سے کم نہیں کیونکہ ایک طرح سے ہم نے اساس دین کو ترک کر دیا ہے۔امتِ محمدی ﷺ ہونے کے ناطے سیرت طیبہ کے ہر ہر پہلو سے رہنمائی لیتے ہوئے ہم نہ صرف اپنا دفاع مضبوط بنا سکتے ہیں بلکہ اپنے سماج میں از سرِ نو ایک نئی روح پھونک سکتے ہیں ایسی روح جو جذبہ ایمانی، عشقِ مصطفیٰ ﷺ، توکل علی اللہ اور حرمتِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کی خاطر مر مٹنے سے عبارت ہے جس کیلئے لازم ہے کہ مطالعہ سیرت کا شعور عام کیا جائے۔ گرچہ ہمارے ابتدائی اور ثانوی درجہ تعلیم میں چند ایک واقعات اور حیات طیبہ کا مختصر تذکرہ نصاب میں موجود ہے لیکن سیرتِ طیبہ کا یہ گوشہ باضابطہ نصاب کا متقاضی ہے جس میں جدید پہلوؤں سے علمی، عملی اور تحقیقی وتنقیدی مطالعہ کی ضرورت ہے۔

***

حواشی ومصادر

1 - Gen‹Practical Combined Dictionary‹Azhar Publishers‹Urdu Bazar Lahore‹2011Ad

2۔ البقرۃ،104:2

3۔ عثمانیؒ، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2009ء، سورۃ البقرہ،104:2، ج1، ص84

4۔ کاندھلویؒ، مولانا محمد ادریس، معارف القرآن، مکتبۃ الحسن، لاہور، 1430ھ/2009ء، ج1، ص125، سورۃ البقرۃ،104:2

5۔ آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ/1995ء،، سورۃ البقرۃ،104:2، ج1، ص346

6- کاندھلویؒ، معارف القرآن، ج1، ص125، سورۃ البقرۃ،104:2

7۔ البیہقی، عبداللہ بن احمد، البیہقی فی شعب الایمان، (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ/2001ء)، ج2، ص209؛

حکم حدیث: ابن حجر العسقلانیؒ نے اس حدیث کو بشرط الشیخین قرار دے کر مذکورہ حدیث کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے: هذا حديث على شرط الشيخين ولم يخرجاه، العسقلانی، ابن الحجر، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد (م:852ھ)، المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، بیروت دار الغيث للنشر والتوزيع، الطبعة الاولى:1420ھ/ 2000ء، ج12، ص593

8۔ کاندھلویؒ، معارف القرآن، ج1، ص125، سورۃ البقرۃ،104:2

9۔ علامہ سید محمد حسین طباطبائی، تفسیر المیزان (بیروت: اسماعیلیان، دار الکتب الاسلامیہ، 1402ھ/1984ء)، ج1، ص334

10۔ ایضاً: طباطبائی تفسیر المیزان، سورۃ البقرۃ،104:2؛ ج1، ص334

11۔ الطبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، (بیروت، دار المعرفہ، 1409ھ/1989ء) سورۃ البقرۃ،104:2، ج2، ص461

12۔ السجستانی، سلیمان بن الاشعث، (م275ھ) سنن ابی داؤد (المكتبة العصرية، بیروت1419ھ)، ج1: ص176

13۔ النساء4:46

14۔ النشاپوری، ابو الحسین مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، دار الجیل بیروت، 1371ھ/1952ء، ج4، ص1706، رقم:2164

حکم حدیث: امام بخاریؒ کے الادب المفرد میں ذکر کرنے کے علاوہ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ البخاری، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة، (م:256 ھ) الادب المفرد، دار البشائر الإسلامية بيروت، الطبعة: الثالثة، 1409ھ/ 1989ء، ج1، ص130، رقم حدیث:1105 ؛ الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، بن الحاج

الأشقودري (م1420ھ) سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها،مكتبة المعارف للنشر والتوزيع،الرياض،الطبعة: الأولى، 1415 ھ/ 1995ء،ج2،ص322

15۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج8، ص12، رقم6024

16۔ ابن کثیرؒ، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم المعروف بتفسیر ابن کثیر، دار طیبہ، 1420ھ/1999ء، سورۃ البقرۃ 129:2، ج1، ص104

17۔ البخاری،الجامع الصحیح،ج4،ص40،رقم 2914 ؛ الطبرانی،ابو القاسم سلیمان بن احمد اللخمی الشامی،(م360ھ) المعجم الکبیر للطبرانی، دار ابن حزم بیروت لبنان،1419ھ،ج1،ص317

حکم حدیث: امام بخاری کے علاوہ کئی کتب حدیث میں یہ حدیث مذکور ہے جس کے متعلق البانی نے حسن صحیح کا حکم حدیث: لگایا ہے۔

الالبانی، ابو عبد الرحمن محمد ناصر الدین، بن الحاج الاشقودری (م1420ھ) ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، المکتب الإسلامی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1405ھ/1985ء، ج5، ص109

18۔ النساء، 80:4

19۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی، تفسیر القرطبی، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1985ء، ج1، ص154

20۔ ایضاً، القرطبی، تفسیر القرطبی، ج8، ص254

21۔ امین احسن اصلاحی، تدبر القرآن، کراچی، ایچ ایم سعید، 2012ء، ج1، ص98

22۔ امام مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح (صحیح مسلم)، بیروت، دار الجیل، 1371ھ/1952ء، ج4، ص1765، رقم2248

23۔ البقرۃ، 105:2

24۔ کاندھلویؒ، مولانا محمد ادریس، سیرۃ مصطفیٰ، (دار العلمیہ، لاہور، 1430ھ/2009ء)، ج1، ص364

25۔ عبد الماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی (کراچی: مجلس نشریات قرآن، 1419ھ/1999ء) ج1، ص149

26۔ ابن العربی، القاضی محمد بن عبد اللہ المالکی (م543ھ) احکام القرآن، (بیروت لبنان، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثالثۃ، 1424ھ/2003ء) ج1، ص49

27۔ کاندھلویؒ، مولانا محمد ادریس، معارف القرآن، ج1، ص128، سورۃ البقرۃ، 104:2

28۔ الموسوعۃ الفقہیہ، لاہور، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، 2020ء، ج2، ص217

29۔ الخلوتی، اسماعیل حقی بن مصطفی الاستنبولی (م1127ھ)، روح البیان، (بیروت، دار الفکر بیروت، 1423ھ)، ج1، ص97

30۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، مکتبہ الفرقان، لاہور، سطن، ج1، ص101

31۔ کاندھلویؒ، مولانا محمد ادریس، معارف القرآن، ج1، ص132، سورۃ البقرۃ، 104:2

32۔ النیشابوری، الصحیح المسلم، ج1، ص41

33۔ الموسوعۃ الفقہیہ، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، ج1، ص219

34۔ محمد سعید رمضان البوطی،فقہ السیرۃ(دمشق: دارالکتاب،1397ھ/1977ء)،ص:69

35۔ القرطبی، تفسیر قرطبی، سورۃ البقرۃ،104:2،ج1،ص124

36۔ النعیمی، مفتی احمد یار خان،نور العرفان،(نعیمی کتب خانہ گجرات 2022ء)،ج1،ص76

37۔ الحجرات،2:49

38۔ کاندھلویؒ، سیرۃ مصطفیٰ،(لاہور، مکتبۃ الحسن،2018ء)ج1،ص117

39۔ السیوطی، الخصائص الکبریٰ،(بیروت، مکتبۃ دارالقلم،2013ء)ج1،ص176

40۔ کاندھلویؒ، مولانا محمد ادریس، معارف القرآن،ج2،ص32، سورۃ النساء 4:46

41۔ الحلبی، برھان الدین، سیرت حلبیہ،ج1،ص114

42۔ الانعام،108:6

43۔ البخاری، الجامع الصحیح،ج1،ص179

44۔ ابن الحجر، العسقلانی،فتح الباری شرح البخاری،(مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ،لاہور2007ء)، ج3،ص174

45۔ القرطبی، ابوعبداللہ، شمس الدین محمد بن محمد، تفسیر قرطبیؒ،(دار الکتب المصریۃ،1964ء)،ج2،ص34

46۔ ابن نجیم،زین الدین بن إبراهيم بن محمد، البحر الرائق شرح كنز الدقائق،(بیروت،دار احیاء التراث العربي، الطبعة الاولى، 1422ھ/ 2011ء،) ج3،ص132

47۔ ابن عابدين،محمد أمين بن عمر الدمشقي الحنفي (م1252ھ)الناشر: دار الفكر بيروت،الطبعة الثانية،1412ھ/ 1992ء، ج4، ص234

48۔ ابن الحجر، فتح الباری شرح البخاری،(بیروت، دار الکتب العلمیہ،1415ھ/1995ء،)ج3،ص174

49۔ قاضی عیاض، الشفاء،(ملتان، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی،1999ء)ج1،ص36

50۔ ایضاً، الشفاء،ج1،ص36

51۔ ملا علی القاری، ابوالحسن علی بن محمد، شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض(بیروت: دارالفکر،1422ھ/2002ء)، ج2،ص190

52۔ التوبہ،65:9

53۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن احمد،(م620ھ) المغنی، طن، مصر: مکتبۃ القاھرہ،1388ھ،ج2،ص65

54۔ ابن تیمیہ ،الصارم المسلول علی شاتم الرسول مطبوعہ نشر السنۃ ،ملتان،ج1،ص187

55۔ ابن عابدین محمد امین بن عمر(م 1252ھ) رد المحتار علی الدر المختار،الطبعۃ الثانیۃ بیروت : دارالفکر 1412ھ/1991ء ،ج1، ص90

56۔ ابن قدامہ، المغنی،ج4،ص23

57۔ ابن عابدین، مقدمہ رد المحتار علی الدر المختار باب اصول الافتاء،ج1،ص45

58- ابن نجیم، مقدمة البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج12، ص8

59- نورالعرفان، ج1، ص275

60- ابن عابدین، ردالمحتار، ج3، ص392

61- الحجرات، 2:49

62- البخاری، الجامع الصحیح، ج8، ص41، رقم 6179

63- الاحزاب، 57:33

64- فتاوی رشیدیه (کراچی، مطبوعه محمدسعیداینڈسنز، 2010ء)، ص71

65- ایضاً، فتاوی رشیدیہ، ص77